سانحہ راولپنڈی کی اندرونی کہانی

رپورٹنگ: مولانا عبدالقدوس محمدی

[۱۰ محرم ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۵ نومبر ۲۰۱۳ بروز جمعہ راولپنڈی میں وقوع پذیر المناک سانحہ کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اور اس موقع پر اربابِ وفاق المدارس نے کیا کوششیں کی، مولانا عبدالقدوس محمدی نے ان تمام کی بھرپور انداز میں رپورٹنگ کی ،ذیل میں وہ تمام قارئین وفاق کی خدمت میں پیش ہیں............................ادارہ]

وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف، وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان، وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف ،وزیر مملکت برائے مذہبی امور پیر سید امین الحسنات، صوبائی وزیر قانون رانا ثناء اللہ اور دیگر کے ساتھ علماء کرام کی ملاقات کے موقع پر جب سوال کیا گیا اور مولانا اشرف علی اور مولانا امان اللہ نے سانحہ راولپنڈی کے دلخراش حالات بیان کیے تو پوری مجلس پر سناٹا چھا گیا، دردِ دل رکھنے والے آبدیدہ ہوگئے۔

مولانا اشرف علی نے وزیراعلیٰ کی موجودگی میں اور بعد ازاں راقم الحروف کے سوالات کے جواب میں جو کچھ بتایا اس کا لب لباب یہ ہے کہ ''یہ جلوس دارالعلوم کے سامنے سے گزشتہ کئی برسوں سے گزرتا رہا ہے اور ہم ہمیشہ وسعت ظرفی ،برداشت اور صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے پورا پورا دن محصور رہتے ،ہمارے سارے کاموں اور آمد ورفت میں خلل رہتا، گاہے ایسا بھی ہوتا کہ جلوس کے شرکاء محض سنی مسلمانوں کو چڑانے کے لیے گھنٹوں مسجد ومدرسہ کے سامنے چوک میں جلوس روکے رکھتے ،نعرے بازی اور ہنگامہ آرائی کی جاتی لیکن کبھی جلوس والوں کے لیے ہماری طرف سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں کیا گیا تاہم مشاورتی اجلاسوں میں صرف ہم ہی نہیں بلکہ قرب وجوار کے دکاندار اور وہاں کے مکین بارہا حکومت سے یہ مطالبہ کرتے رہے کہ اس گنجان آبادی، کاروباری مرکز اور حساس علاقے سے اس جلوس کے روٹ تبدیل کیا جائے ورنہ کوئی بھی حادثہ ہوسکتا ہے لیکن کبھی ہمارے اس آئینی اور قانونی تقاضے کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا۔ اس سال یہ ہوا کہ یہ

جلوس اپنے طے شدہ وقت سے پہلے ہی دارالعلوم کے سامنے آ گیا حالانکہ جلوس کے دارالعلوم کے سامنے سے گزرنے کا وقت عموماً سہ پہر ساڑھے تین اور چار بجے کے درمیان ہوتا ہے لیکن اس سال حیرت انگیز طور پر یہ جلوس پونے دو بجے ہی مسجد کے سامنے آ گیا۔ مولانا امان اللہ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ خطاب کے دوران کچھ پولیس اہلکاروں نے مولانا کو پرچی دی کہ لاوڈ اسپیکر بند کر دیا جائے چنانچہ لاوڈ اسپیکر بند کر دیا گیا لیکن اس کے باوجود کچھ شر پسند عناصر مسجد میں داخل ہو گئے یوں لگتا تھا کہ انہوں نے پہلے سے ہی سب کچھ طے کر رکھا ہے۔ ان شر پسند جوانوں کے پاس بوتلیں تھیں جن میں کوئی محلول سا تھا، انہوں نے ان بوتلوں سے نمازیوں پر حملہ کیا۔ کچھ لوگوں نے بیچ بچاؤ کروایا۔ وہ بلوائی وقتی طور پر تو مسجد سے نکل گئے، اس کے بعد عربی خطبہ اور نماز ادا کی گئی۔ لوگ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک مرتبہ پھر بلوائیوں کا ایک جتھہ مسجد پر چڑھ دوڑا۔ ان لوگوں نے نمازیوں اور طلباء پر تشدد شروع کر دیا، ان کے ہاتھوں میں خنجر تھے، ان سے وار کرنے لگے۔ پھر تھوڑی بعد ایک مسلح جتھہ مسجد کی محراب والی جانب سے مسجد میں آ گھسا۔ انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ اب ہر کسی کو اپنی اپنی جان بچانے کی فکر لگ گئی۔ ہم، طلباء کرام اور عام نمازی سب کے سب نہتے تھے۔ مجھے طلباء اپنے حصار میں لے کر ایک کمرے میں لے گئے پھر جب وہاں ہم نے خود کو غیر محفوظ سمجھا تو ہم دارالحدیث میں چلے گئے۔ ہمارے سامنے قتل و غارتگری کا کھیل جاری تھا اور ہم بے بسی سے ہاتھ مل رہے تھے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔''

انہوں نے بتایا ''ایک طالبعلم سے ظالموں نے اپنی مرضی کے کچھ نعرے لگوانے کی کوشش کی، جن نعروں کی شریعت میں گنجائش تھی وہ تو اس نے لگائے لیکن جب اس نے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے سے انکار کیا تو اس کی زبان کاٹ ڈالی، بعض طلباء کی نعشوں کو مسخ بھی کیا گیا۔ اسی اثناء میں مسجد و مدرسہ کے نیچے جو مارکیٹ تھی اسے آگ لگا دی گئی۔ اس مارکیٹ میں چونکہ کپڑے اور گارمنٹس وغیرہ کی دکانیں تھیں اس لیے بہت جلد وہاں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے جبکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں ایسا کوئی محلول پھینکا گیا جس کا پہلے سے بندوبست کر رکھا تھا اور آناً فاناً ایسی آگ بھڑکی کہ سب کچھ جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔ موبائل فون کی بندش کی وجہ سے اس صورتحال سے ہم کسی کو آگاہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ایک پولیس افسر چودھری حنیف نے بھی مدرسہ میں پناہ لے رکھی تھی ان سے ہم نے گزارش، انہوں نے فون کر کے مزید نفری منگوانے کی کوشش کی لیکن نفری نہ آ سکی، نفری تو دور کی بات آگ بجھانے کے لیے فائر بریگیڈ اور نعشیں اور زخمیوں کو اٹھانے کے لیے ایمبولینسوں تک کو نہیں آنے دیا گیا'' مولانا اشرف علی اور مولانا امان اللہ داستان درد و غم بیان کر رہے تھے اور سب لوگ بڑے انہماک سے ان کی بپتا سن رہے تھے۔

وزیراعلی اور چودھری نثار علی خان مختلف سوالات پوچھ پوچھ کر معاملے کی حقیقت اور اصلیت سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ سب کچھ کتنے بجے شروع ہوا؟ اس پر دارالعلوم تعلیم القرآن کے حضرات نے بتایا کہ اس سلسلے

کا آغاز پونے دو بجے ہوا۔ زیادہ سخت حملہ تقریباً سوا دو بجے ہوا۔ سوا دو بجے سے لے کر شام چھ سات بجے تک زخمی کراہتے رہے، مظلوم دہائیاں دیتے رہے، دکانیں جلتی رہیں، دھواں اٹھتا رہا، خون بہتا رہا لیکن بیچ شہر میں کوئی ہماری مدد کو نہ پہنچا، پولیس آئی تو ان سے اسلحہ چھین لیا گیا اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایمبولینسیں آئیں تو ان پر بلوائیوں نے دھاوا بول دیا، فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آئیں تو قاتلوں نے ان پر پتھراؤ کر دیا اور انہیں آگے بڑھنے کا راستہ نہیں دیا گیا۔'' اس پر سب نے گہرے افسوس اور غم و غصہ کا اظہار کیا۔

میں نے مولانا اشرف علی صاحب اور ان کے رفقاء سے پوچھا کہ اس وقت شہداء کی تعداد کا مسئلہ عجیب صورتحال اختیار کر گیا ہے آپ حضرات بتائیں کہ آپ کی اس بارے میں کیا معلومات ہیں؟...... جس پر مولانا کے صاحبزادے مولانا امان اللہ کا کہنا تھا '' ہم جب مسجد سے نکلے تو مسجد کے صحن میں نعشیں بکھری پڑی تھیں۔ دارالعلوم تعلیم القرآن صرف ایک مسجد کا نام نہیں ظاہر ہے کہ وہ ایک بہت بڑا کمپاؤنڈ ہے۔ جس میں پُر پیچ راستے، سینکڑوں دکانیں، تنگ و تاریک گلیاں، مدرسہ کے دفاتر، کمرے اور درسگاہیں، اساتذہ کے رہائشی مکانات سب کچھ ہی تھا۔ مدرسہ میں زیر تعلیم مسافر طلبہ کی تعداد چھ سو تھی، اس تعداد میں عام نمازیوں اور بازار کے تاجروں کی تعداد بھی شامل کر لی جائے تو خود اندازہ کیجیے کہ معاملہ کہاں جا پہنچتا ہے؟ اور حال یہ تھا کہ مسجد کے اندر بلوائی لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے، مسلح جتھے باہر نکلنے والوں پر ٹوٹ پڑتے تھے، آگ کے شعلوں نے اس پورے کمپاؤنڈ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ایسے میں ہم کیا کرتے؟...... فون کیے، پولیس کے موقع پر موجود افسران سے پولیس بلانے کو کہا لیکن کوئی ہماری مدد کو نہ آیا، موبائل فون بند تھے، ہم نہتے تھے، نہ مزاحمت کر سکتے تھے، نہ شور مچا سکتے تھے، نہ فون کر سکتے تھے۔ جس وقت ہم مسجد سے نکلنے لگے اس وقت ہم نے تو صرف مسجد کے صحن میں موجود چند نعشیں دیکھی تھیں۔ باقی کمروں میں، گلیوں میں، دکانوں میں، گیلریوں اور چھتوں پر کتنی نعشیں تھیں ان کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سانحہ راولپنڈی سانحہ لال مسجد کی دوسری قسط ہے۔ جس طرح لال مسجد میں کرفیو لگا کر بچوں اور بچیوں کی نعشوں کو ٹھکانے لگایا گیا اسی طرح یہاں بھی کرفیو لگا کر شواہد مٹائے گئے، حکومت کو کیا پڑی تھی کہ رات کے اندھیرے میں شہداء کی میتیں انتہائی توہین آمیز انداز میں ان کے ورثاء کے حوالے کی گئیں؟'' کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔''

سوال یہ ہے کہ صرف تین یا دس گیارہ شہداء کی وجہ سے راولپنڈی جیسے شہر میں کرفیو لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ میڈیا کو کیوں بروقت نہیں آنے دیا گیا؟ گزشتہ دو دنوں کے دوران فوج، پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں نے سر توڑ کوشش کر کے دارالعلوم کے احاطے کو اپنے تئیں کلیئر کیا لیکن اس کے باوجود ابھی تک وہاں سے نعشیں نکلنے کا سلسلہ جاری ہے۔ تو آپ خود اندازہ کریں کہ یہ واقعہ کس قدر سنگین ہے۔ ہم تعداد کے معاملے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے۔ حکومت کی طرف سے 9 کے عدد پر اصرار کیا جا رہا ہے اور اب اس عدد میں بھی مزید اضافہ ہو گیا لیکن کوئی بھی ذی شعور

اس عدد پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جہاں پانچ گھنٹے آتش و آہن کا بھیانک کھیل کھیلا گیا ہو، جہاں کوئی ادارہ دادرسی کے لیے نہ آ پایا ہو اور جہاں دو دن تک کرفیو لگا کر دار العلوم کی طرف جانے والا ہر راستہ بند کر دیا گیا ہو، وہاں خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنا جانی اور مالی نقصان ہوا ہے؟

جب مولانا اشرف علی اور مولانا امان اللہ وزیر اعلیٰ کے سامنے اس سانحہ کی تفصیلات بیان کر رہے تھے اس وقت وزیر اعلیٰ اور وزیر داخلہ دونوں نے مارکیٹ میں پھیلائے جانے والے سب سے مشہور جھوٹ کے بارے میں سوال کیا ''آپ نے خطبے میں ایسی کیا اشتعال انگیز بات کی تھی جس کی وجہ سے یہ حادثہ رونما ہوا؟'' جس کے جواب میں مولانا امان اللہ نے کہا ''میں نے صرف حضرت حسینؓ کی شان اور حضرات اہلِ بیت اطہار کے مناقب بیان کیے۔ میری گفتگو میں کوئی بھی بات قابل اشکال نہیں تھی۔ لیکن بلوائی چونکہ پہلے سے اس تاک میں تھے اور انہوں نے ہر قیمت پر ہنگامہ آرائی کرنی ہی تھی اس لیے انہوں نے یہ بہانہ گھڑا۔ اس موقع پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد حنیف جالندھری نے مداخلت کرتے ہوئے کہا ''اگر ایک لمحے کے لیے یہ بات مان بھی لی جائے کہ مولانا امان اللہ نے کسی قسم کی قابل اعتراض گفتگو کی بھی تھی تو کیا وہ گفتگو اس ظلم و بربریت کے لیے جواز کی وجہ بن سکتی ہے؟ اگر ایسی کوئی بات تھی تو اس کا ثبوت پیش کیا جاتا، قانون کے مطابق کاروائی کی جاتی'' سوال یہ ہے کہ اگر قابل اعتراض گفتگو اور دل آزاری والی بات ہی قتل و غارت گری کا جواز بن سکتی ہے تو پھر وہ لٹریچر، وہ تقریریں، وہ باعثِ نفرت مواد، وہ اشتعال انگیز چیزیں جن کا ہدف صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیاں رہی ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ اگر یہی منطق ہر جگہ چلائی جائے تب تو شیعہ سنی فساد اور فرقہ واریت کی آگ میں جو کچھ جل چکا اس سب کو سند جواز عطا کرنی پڑے گی۔

ہماری دانست میں یہ واقعہ ملک کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے۔ اگر خدانخواستہ خاکم بدہن اس سانحے کے نتیجے میں ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، مذہب و مسلک کے نام پر خون بہنے لگتا ہے تو مستقبل میں پاکستان کا جو نقشہ بنے گا اسے سوچ کر ہی خوف آتا ہے اس لیے اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ مستقل بنیادوں پر مفاہمت اور بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس واقعے کے حوالے سے انصاف کے تمام تر تقاضے پورے کیے جائیں، حضرت ناظم اعلیٰ وفاق المدارس کے بقول محض بیانات پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ اقدامات کی طرف توجہ دی جائے، اس واقعے میں ملوث افراد کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے، جانبدارانہ طرزِ عمل اور دوہرے معیار ترک کیے جائیں۔ اس ملک میں بسنے والا ہر فرد وہ شیعہ ہو یا سنی اس کو ریاست جان و مال کے تحفظ کی گارنٹی دے تب اس سیلاب کو روکا جا سکتا ہے ورنہ بصورت دیگر یہ دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور پاک وطن کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

☆......☆......☆

سانحہ راولپنڈی اور وفاق المدارس کے قائدین اور دیگر رہنماؤں کا کردار

راولپنڈی میں پیش آنے والا دلخراش اور المناک سانحہ ایسا ہے جس پر ہر دل دکھی، ہر آنکھ اشکبار، ہر نوجوان مشتعل، ہر دردِدل رکھنے والا شخص مضطرب اور پاکستان کا ہر شہری فکرمند ہے۔اس سانحے کے حوالے سے پاکستان کی مختلف جماعتوں کے قائدین اور سربراہوں نے بہت اہم، فعال اور دانشمندانہ کردار ادا کیا۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان، جمعیت علماء اسلام، اہلسنت والجماعت اور جمعیت اہلسنت کے اکابر اس معاملے میں پیش پیش رہے۔ سانحہ کے فوراً بعد وفاق المدارس کے ڈپٹی جنرل سیکرٹری مولانا قاضی عبدالرشید سب سے پہلے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دارالعلوم پہنچے۔وہ مشتعل ہجوم کو خاطر میں لائے نہ موبائل فون کی بندش کا بہانہ بنایا، اپنی جان کی پرواہ کی نہ حالات کی سنگینی سے خوفزدہ ہوئے، پھر دیگر لوگوں کو موقع پر بلوایا، امدادی سرگرمیوں میں شریک رہے، انتظامیہ کے ذمہ داران سے رابطے میں رہے، اگلے روز پیکر اخلاص مولانا قاری سعید الرحمٰن کی یادگار جامعہ اسلامیہ صدر میں علماء کرام کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔طویل مشاورت ہوئی، اس اجلاس کی میزبانی جمعیت علماء اسلام پنجاب کے جنرل سیکرٹری اور جامعہ اسلامیہ کے مہتمم مولانا ڈاکٹر قاری عتیق الرحمٰن کر رہے تھے۔جب کے اجلاس کا انتظام واہتمام وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے دیگر برادر تنظیموں اور اداروں کے اشتراک سے کیا تھا۔

اس سانحے کی خبر ملتے ہی وفاق المدارس کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد حنیف جالندھری ہنگامی طور پر ملتان سے تشریف لائے، متاثرین سے تعزیت کی، زخمیوں کی عیادت کی، اجلاس میں شریک ہوئے، رابطے اور ملاقاتیں کیں، جڑواں شہروں کے علماء کرام کو کام کرنے کے لیے رخ اور پالیسی دی، مختلف جماعتیں تشکیل پائیں، کسی کو کوائف جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی، کسی کو میڈیا سے رابطے کا ٹاسک دیا گیا، کسی کو واقعے کے حقائق اور حالات وواقعات کو جمع کر کے مرتب کرنے کا حکم دیا گیا، کسی کو شہداء اور زخمیوں کی خبر گیری پر مامور کیا گیا، کسی کو حکومت کے ساتھ رابطوں اور کوآرڈینیشن کے لیے تشکیل پانے والی کمیٹی کا حصہ بنایا گیا اور علماء کرام اور ارباب مدارس دینیہ اور مختلف جماعتوں کے ذمہ داران سے رابطوں کا بارِ گراں کسی کے کندھوں پر ڈالا گیا۔اس موقع پر علماء کرام نے کرفیو اور تمام تر پابندیوں کو توڑ کر راجہ بازار دارالعلوم تعلیم القرآن جانے کی کوشش کی لیکن فوج نے ان علماء کرام پر فائرنگ کر کے انہیں آگے نہ جانے دیا ۔وفاق المدارس کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد حنیف جالندھری نے مولانا اشرف علی سے کہا کہ ہم سب وفاق المدارس کے ذمہ داران آپ کے حکم کے پابند ہیں۔آپ ہمیں جو کہیں گے ہم نے وہ کرنا ہے۔آپ نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ تو ہم کھڑے ہیں اور آپ نے کہا کہ بیٹھ جاؤ تو ہم بیٹھ جائیں گے۔آپ جو کہیں ہم اپنی بساط سے بھی بڑھ کر وہ کرنے کے لیے تیار ہیں......انشاءاللہ

راولپنڈی اجلاس سے فارغ ہو کر مولانا محمد حنیف جالندھری اور وفاق المدارس کے دیگر قائدین اسلام آباد پہنچے جہاں جامعہ محمدیہ میں ایک پُرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔اس پریس کانفرنس نے اکابرواسلاف کی حق گوئی و بے باکی کی یادیں تازہ کردیں۔پریس کانفرنس کے دوران مولانا جالندھری نے سانحہ راولپنڈی کے ذمہ داران کو راجہ بازار میں پھانسی دینے کا مطالبہ کیا۔انہوں نے کہا کہ یہ بیانات کا نہیں اقدامات کا وقت ہے اگر حکومت نے انصاف کے تقاضے پورے نہ کیے ہم امن کی ضمانت نہیں دے سکتے۔مولانا جالندھری نے بہت ہی دوٹوک اور واضح الفاظ میں سانحہ راولپنڈی کی تفصیلات بیان کیں،اس کے مضمرات اور انصاف کے تقاضے پورے نہ کرنے کے بھیانک نتائج سے خبردار کیا۔اس موقع پر انہوں نے میڈیا کی جانبداری اور عوام کو حقائق سے آگاہ نہ کرسکنے کے طرز عمل کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔اسی شام اہلسنت والجماعت کے رہنماء مولانا محمد احمد لدھیانوی بھی اسلام آباد پہنچ گئے تھے اور رات گئے مولانا فضل الرحمٰن خلیل،مولانا محمد حنیف جالندھری اور مولانا محمد احمد لدھیانوی کی سانحہ راولپنڈی کے بعد کی صورتحال پر مشاورت ہوئی،حکمت عملی طے کی گئی،آگے کے لائحہ عمل کا خاکہ تیار کیا گیا۔اگلے دن دو بجے لیاقت باغ راولپنڈی میں شہداء کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔

اسی دن وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف خصوصی طور پر لاہور سے راولپنڈی پہنچے تھے اور دن کو راولپنڈی کے پنجاب ہاؤس میں وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف سے ملاقات اور مذاکرات تھے۔اس موقع پر علماء کرام کے وفد کی قیادت وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد حنیف جالندھری کررہے تھے ان کے علاوہ وفد میں جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا سمیع الحق،اہلسنت والجماعت کے صدر مولانا محمد احمد لدھیانوی،مولانا معاویہ اعظم طارق،وفاق المدارس العربیہ کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل مولانا قاضی عبدالرشید،دارالعلوم تعلیم القرآن کے مہتمم مولانا اشرف علی،دارلعلوم تعلیم القرآن کے ناظم مولانا گوہرالرحمٰن،دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا عون الخالق،صاحبزادہ مفتی امان اللہ،انصارالامہ کے چیئرمین مولانا فضل الرحمٰن خلیل،جمعیت علماء اسلام(ف)کے مولانا ڈاکٹر قاری عتیق الرحمٰن،مولانا عبدالمجید ہزاروی،مولانا عبدالکریم،جمعیت علماء اسلام آزاد کشمیر کے مولانا نذیر فاروقی،جمعیت اہلسنت کے مولانا ظہور احمد علوی اور مولانا عبدالغفار،مولانا مفتی محمد فاروق،مولانا مفتی عبدالسلام،احقر راقم الحروف تحریک اتحاد امت کے مولانا چراغ الدین شاہ،سنی وحدت کونسل کے مولانا پیر اویس عزیز،جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے حافظ محمد صدیق،نوجوانان توحید وسنت کے مولانا شاکر محمود شامل تھے جبکہ حکومت کی طرف سے وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف خصوصی طور پر راولپنڈی پہنچے تھے جبکہ وفاقی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان،وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف،وزیر مملکت برائے مذہبی امور پیر امین الحسنات،صوبائی وزیر قانون رانا ثناء اللہ،صوبائی وزیر راجہ اشفاق سرور،کرنل(ر)شجاع خانزادہ،مسلم لیگ(ن)راولپنڈی کے رہنماؤں میں سے ملک ابرار ایم این اے،حنیف عباسی،سردار نسیم،راجہ حنیف ایم

پی اے، ضیاء اللہ شاہ، چودھری سرفراز افضل ایم پی اے، صوبائی اور ضلعی انتظامیہ کے ذمہ داران اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے نمائندگان شریک تھے۔ مذاکرات، رابطوں اور کوآرڈینیشن کے سلسلے میں بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مولانا عبدالخبیر آزاد نے بہت اہم کردار ادا کیا۔

اس موقع پر وفاق المدارس کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد حنیف جالندھری کو متکلم نامزد کیا گیا۔ دارالعلوم تعلیم القرآن کے مولانا اشرف علی اور مولانا امان اللہ نے سانحہ کی تفصیلات بیان کیں۔ مولانا محمد حنیف جالندھری نے بہت مدلل اور جامع گفتگو کی اور مطالبات پیش کیے، مولانا سمیع الحق، مولانا محمد احمد لدھیانوی اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل نے اپنی وقیع آراء اور تاثرات کا اظہار کیا۔ اس موقع پر یہ طے پایا کہ فرقہ واریت کی بنیادوں کو ختم کرنے کے حوالے سے عملی اقدامات اٹھائے جائیں گے، سانحہ راولپنڈی کے ذمہ داران اور اس میں ملوث افراد کو کیفر کردار تک پہنچا کر نشان عبرت بنایا جائے گا، مسجد و مدرسہ اور مارکیٹ کی حکومتی خرچ پر تعمیر نو کی جائے گی اور تعمیر نو تک متبادل جگہ اور عمارت مہیا کی جائے گی، تاجروں کو ان کے مالی نقصان کا معاوضہ دیا جائے گا، زخمیوں کا سرکاری خرچ پر علاج معالجہ کروایا جائے گا، شہداء کے ورثاء کے لیے زر تعاون ادا کیا جائے گا۔ ان سب باتوں پر خوب بحث و تمحیص کے بعد اتفاق ہو گیا لیکن لیاقت باغ میں نماز جنازہ کی ادائیگی اور میتوں کی حوالگی کے معاملے میں ڈیڈ لاک پیدا ہو گیا۔ مولانا جالندھری نے بغیر اطلاع کے چوری چھپے میتیں آبائی علاقوں میں بھجوانے پر لوگوں کے اضطراب سے حکمرانوں کو آگاہ کیا اور کہا کہ اصولی طور پر تو سب میتیں علماء کرام کے حوالے کرنی چاہییں تھیں لیکن یہ عجیب انداز اختیار کیا گیا جس کی وجہ سے شہداء کے ورثاء کی دل آزاری ہوئی۔

حکومتی اہلکار میتیں حوالے کرنے اور لیاقت باغ میں جنازوں کی ادائیگی کی اجازت دینے کے لیے کسی طور پر تیار نہ تھے اس موقع پر سب حضرات نے بالعموم اور مولانا قاضی عبدالرشید نے بالخصوص اسٹینڈ لیا اور کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں ہم اعلان کر چکے، لوگ نہ جانے کہاں کہاں سے اور کیسی کیسی رکاوٹیں عبور کر کے لیاقت باغ پہنچ چکے اب یہ ممکن نہیں کہ جنازے نہ ادا کیے جائیں۔ چنانچہ ڈیڑھ گھنٹے کے ڈیڈ لاک کے بعد بالآخر حکومتی اہلکار یہ مان گئے پھر قائدین وہاں سے سیدھے لیاقت باغ پہنچے جہاں بہت مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود بھی لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود تھا۔ نماز جنازہ ادا کی گئی اور پھر میتوں کو ان کے ورثاء کے حوالے کیا گیا۔ جنازے کی ادائیگی کے ساتھ ہی یہ معاملہ ختم نہیں ہوا بلکہ وفاق المدارس کے قائدین نے بار بار کہا کہ اس وقت صرف بیانات کافی نہیں بلکہ عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ اس معاہدے اور وعدوں پر عملدرآمد کروانا سب سے اہم معاملہ جس پر جہد مسلسل اور بیداری و ہوشمندی کی ضرورت ہے۔

سانحہ راولپنڈی کے حوالے سے اکابر علماء کرام اور قائدین کی مساعی کی یہ ساری کتھا اس لیے بھی بیان کی گئی کہ اس

وقت ہمارے ہاں یہ ایک افسوسناک طرز عمل چل نکلا ہے کہ وہ لوگ جو خود کچھ بھی نہیں کر رہے ہوتے وہ صرف مایوسیاں بیچتے، تبصرے کرتے اور یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ فلاں نہ یہ نہیں کیا اور فلاں نے یوں کیا۔ ہماری دانست میں اگر کسی کے ذہن میں کوئی اچھی تجویز ہو وہ اس سے اکابر کو ضرور آگاہ کرے لیکن اصل چیز یہ ہے کہ اپنے کردار کا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اکابر جو کر سکتے ہیں وہ ٹوٹا پھوٹا اور جیسا تیسا ان سے بن پڑتا ہے کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے سامنے حالات کی نزاکتیں بھی ہوتی ہیں، مستقبل کے مسائل بھی ہوتے ہیں اور دیگر کئی امور ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمیں تبصرے کرنے سے قبل یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ وفاق المدارس کوئی ایسا مسلح لشکر نہیں کہ جو کشتوں کے پشتے لگا دے، اکابر علماء کرام کوئی شمشیر بکف غازیان صف شکن نہیں کہ ہر ظالم کو کچل ڈالیں ہم سب کو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بننا ہے، اپنا کردار ادا کرنا ہے، اگر کبھی کوئی تنقید یا تجویز دینا بھی چاہیں تو محض مایوسی کے لیے نہیں بلکہ بہتری کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں اپنے اپنے حصے کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

فرقہ وارانہ قتل وغارتگری کی روک تھام کیونکر ممکن ہے؟

راجہ بازار راولپنڈی میں واقع مسجد و مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن میں جو افسوسناک، المناک اور دلخراش سانحہ رونما ہوا وہ ایک ایسا تاریخی اور قومی سانحہ ہے جس کے زخم مدتوں تک رستے رہیں گے۔ اس واقعے کے حوالے سے کئی چیزیں ایسی ہیں جو گہرے غور و فکر کی متقاضی ہیں اور ان پر صدق دل سے غور نہ کیا گیا اور ان کا تدارک کرنے کا اہتمام نہ کیا گیا تو اس بات کا سنگین خطرہ ہے کہ ملک دشمن قوتیں اس ملک کو تباہی و بربادی کے دہانے تک لے جانے کی کوشش کریں گی اور پاکستان کو شام اور عراق بنانے کی سعی کی جائے گی۔ اس سلسلے میں بعض امور فوری توجہ کے متقاضی ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆...... پاکستان کے تنازعات اور اختلافات کی سب سے بڑی جڑ مختلف مذاہب کے پیروکاروں اور مختلف مسالک کے وابستگان کے نزدیک قابل احترام ہستیوں کے بارے میں گستاخی، دل آزاری اور ہرزہ سرائی کا ارتکاب ہے۔ اس سلسلے میں تمام مکاتب فکر کی سرکردہ شخصیات کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے اور اس معاملے میں اتفاق رائے پیدا کرنا چاہیے کہ صحابہ کرامؓ ہوں یا حضرات اہل بیت اطہارؓ...... یہ حضرات دین اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں اور ان کا احترام ہر کسی پر لازم ہے۔ اس سلسلے میں مولانا سمیع الحق کی تجویز کے مطابق ملی یکجہتی کونسل کی سترہ نکاتی تجاویز اور اہلسنت والجماعت کے مولانا محمد احمد لدھیانوی کے بقول متحدہ علماء بورڈ پنجاب کے مشترکہ اعلامیہ کے نتیجے میں قانون سازی بھی کی جائے اور اس پر عملدرآمد کا اہتمام بھی کیا جائے۔

☆...... کچھ عرصے سے جس طرح قتل وغارتگری کا ماحول بنتا جا رہا ہے اور راولپنڈی کے حالیہ واقعہ میں جس ظلم وستم

اور درندگی اور بربریت کا مظاہرہ کیا گیا اس کے بعد یہ سلسلہ مزید بڑھنے کا خدشہ ہے اس سلسلے میں وفاق المدارس کے قائدین یہ کوشش کر چکے ہیں کہ فریقین کے رہنماؤں کو بٹھایا جائے اور کم از کم اختلافات کی حدود کا تعین کیا جائے اور اس بات پر اتفاق کیا جائے کہ ایک دوسرے کے خلاف اسلحہ نہیں اٹھایا جائے گا اور کسی انسان کا خون بہانے سے گریز کیا جائے گا۔

☆......اس سے قبل جتنے واقعات ہوئے اور اب جو تازہ ترین سانحہ ہوا اس کے غیر جانبدارانہ، آزادانہ اور منصفانہ تحقیقات کروائی جائیں اور ان تحقیقات سے دونوں طرف کے لوگوں کو باخبر بھی کیا جائے بالخصوص اس قسم کے واقعات میں ملوث کوئی بھی فرد ہو اس نے کسی بھی قسم کا لبادہ اوڑھا ہوا ہو اس کو اس طرح نشان عبرت بنانا چاہیے کہ دوبارہ کسی کو جرات نہ ہو سکے۔

☆......حکومت اور میڈیا کو دوہرے معیار ترک کرنے چاہیں۔شیعہ کو اس بات کا احساس نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اقلیت ہیں اس لیے ان کی جان مال محفوظ نہیں جبکہ اہلسنت کو یہ شکوہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی ہوتی ہے۔ان کے شہداء کے لیے معاوضوں کا اعلان کیا جاتا ہے، نہ حکومت کی طرف سے ان سے ہمدردی کے دو بول بولنے کی زحمت گوارا کی جاتی ہے، نہ میڈیا ان کو جگہ دینے کے لیے تیار ہوتا ہے، نہ حکومت حقائق کو سامنے لانے کی اجازت دیتی ہے اور پھر ہر واقعے میں ملوث افراد کو کسی نا کسی طریقے سے چھوڑ دیا جاتا ہے اس لیے شیعہ سنی دونوں فریقوں کے ساتھ غیر جانبدارنہ اور منصفانہ طرز عمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور ان کی صحیح معنوں میں اشک شوئی کا بندوبست کرنا چاہیے۔

☆......میڈیا کو اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ذرائع ابلاغ میں واضح طور پر عدم توازن اور جانبداری کا طرز عمل دکھائی دیتا ہے۔کہیں تو میڈیا اصل تصویر دکھانے اور شہداء کی صحیح تعداد بتانے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور میڈیا کی ذمہ داری کا خوبصورت عنوان دے کر سب کچھ قالین کے نیچے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کہیں ذاتی اور خاندانی دشمنیوں کو فرقہ وارایت کا شاخسانہ قرار دیا جاتا ہے۔میڈیا کے اس طرز عمل میں ایک طرف تو میڈیا میں موجود بعض لوگوں کی اپنی مذہبی اور نظریاتی وابستگی کا بھی دخل ہوتا ہے جو کہ صحافت جیسے پیشے کی توہین کے مترادف ہے اور گاہے حکومتی پابندیوں کے باوجود بھی میڈیا کے طرز عمل پر سوالات اٹھنے لگتے ہیں۔جبر اور فسطائیت کے یہ ہتھکنڈے گزرے دور کا تو شاید بہت اچھا ہتھیار تھا لیکن اب یہ ایسا ہتھیار ہے جس سے ''بیک فائر'' ہو رہا ہے۔راولپنڈی واقعے پر جس قدر ابہام، جانبداراری اور سرکاری پابندیوں کے پردے ڈالنے کی کوشش کی گئی اور جتنا زیادہ اس واقعے کو سنسر کیا گیا اسی قدر افواہوں نے جنم لیا اور لوگوں نے اپنے دل کی بات کہنے کے لیے سوشل میڈیا، موبائل سروس اور زبانی تبصرہ آرائیوں کا سہارا لیا جس کی وجہ سے حالات مزید ابتر ہوتے چلے گئے۔

☆......راولپنڈی جیسے واقعات میں حکمران وقتی طور پر تو بہت سے وعدے اور دعوے کرتے ہیں لیکن ان کی حقیقت عملدرآمد کے وقت سامنے آتی ہے یاد رہے کہ لیپا پوتی کا یہ طرزعمل محض ایک وقت تک کارگر ثابت ہوسکتا ہے لیکن دوبارہ جب کبھی اس قسم کا واقعہ یا سانحہ پیش آتا ہے تو پھر عدمِ اعتماد کی وجہ سے اس الجھن کو سلجھن میں بدلنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔

☆......اس وقت حالات جس رُخ پر چل نکلے ہیں ان کا تقاضہ یہ ہے کہ محض کسی ایک گروہ کے مطالبے پر نہیں لیکن اجتماعی طور پر شیعہ سنی اور دیگر تمام مکاتب فکر کی سرکردہ شخصیات کو اعتماد میں لے کر یہ بات طے کروائی جائے کہ مذہبی جلوسوں کو چاردیواری کے اندر تک محدود کیا جائے۔ اگر ان جلوسوں کو عبادت گاہوں تک محدود کرنا قابل عمل نہ ہو تو کم از کم ہر شہر کے کھلے میدانوں کا انتخاب کر کے وہاں ماتم اور زنجیر زنی وغیرہ کی اجازت دی جائے کیوں کہ اس وقت اس ملک میں صرف راجہ بازار راولپنڈی ہی نہیں بلکہ ہر محلّہ، ہر بازار، ہر شہر بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے اور اس کو ذرا سی چنگاری بھی خاکستر بنا سکتی ہے اس لیے دونوں طرف کے رہنماؤں کو امت کے حال پر رحم بھی کرنا چاہیے اور ملک وملت کے وسیع تر مفاد میں بعض اقدامات اٹھانے چاہیے۔ کیونکہ ہماری دانست میں نہ تو شیعہ زعماء یہ چاہیں گے کہ ملت تشیع سڑکوں پر دہشت گردوں کے رحم وکرم پر رہے اور نہ ہی اہلسنت رہنما یہ چاہیں گے کہ دوبارہ راجہ بازار جیسا کوئی سانحہ پیش آئے۔

☆......صرف اشتعال اور محاذ آرائی کے دنوں میں ہی نہیں بلکہ مستقل طور پر ایسے فورم تشکیل دیئے جانے چاہیے جو صحیح معنوں میں بین المسالک اور بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے کی محنت کریں اور اس محنت پر نہ تو مفاد پرستی کا لیبل ہو اور نہ ہی کسی قسم کی اقرباء پروری کا تاثر...... یہ محنت محض بند کمروں اور میزوں تک ہی محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ اس کو عوامی سطح پر منظم کرنے کی ضرورت ہے۔

☆......بہت سے معاملات کے بگاڑ میں بیرونی ممالک اور خارجی عوامل کا بھی گہرا عمل دخل ہے۔ اس سلسلے میں اس بات کا پورا پورا اہتمام کیا جانا چاہیے کسی بھی دوسرے ملک کے ایماء اور اشاروں پر یہاں کوئی سرگرمی نہ ہونے پائے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ایسے لوگوں کو بے نقاب کریں، ان کی سپلائی لائن کاٹیں جو ایسے ممالک سے رابطے میں ہیں اور ان سے فنڈز حاصل کرتے ہیں۔ بالخصوص گزشتہ کچھ عرصے سے بعض پڑوسی ممالک کی طرف سے فرقہ پرستوں کی سرپرستی اور پشت پناہی کی جو اطلاعات مل رہی ہیں ان کی روک تھام کی جائے۔

☆......☆......☆